

محترم وزیر اعظم، سرکاری افسروں کے معاملات کوں سلچھائے گا؟

چند دن پہلے، منتخب وزیر اعظم نے سرکاری افسروں کے اجتماع سے پالیسی خطاب کیا۔ انہیں حوصلہ اور ہمت دینے کی بھرپور کوشش کی۔ تحفظ دینے کی بات کی۔ یہ بے حد خوش آئیں بات ہے۔ سرکار کی بتیں برس کی نوکری میں یہ محسوس کیا کہ 1970 کے بعد، سرکاری ملازم اپنے مستقبل کے بارے میں کافی حد تک غیر قیمتی ہو چکا ہے۔ عمران خان نے تمام سطح کے ملازمین کو اکٹھا کر کے بہتر پیغام دیا۔

سکے کا دوسرا پہلو بھی بے حد اہم ہے۔ بلکہ کئی پہلو ہیں۔ نام لیکر مثال نہیں دے سکتا۔ اسلیے کہ بات، ذاتیات پر جاسکتی ہے۔ خان صاحب کے سامنے بیٹھے، چند سینئر افسران، سارے نہیں، نظام کے بہترین خوشہ چیزیں ہیں۔ انہوں نے مختلف صوبوں اور مرکزی حکومتوں میں بدترین مالی اور اخلاقی کرپشن کی۔ دہائیوں تک مخصوص سیاستدانوں کے ساتھ ملکر لوث مار کی۔ اب جب ایک ایسی منتخب حکومت آئی جو اخساب کر سکتی تھی۔ تو اسی حکومت کے چند نمایاں چہروں سے ملکر پھر اچھی پوسٹوں پر آگئے۔ ہر حکومت میں یہ افسران، ہر طریقے سے سیاستدانوں، وزراء، وزراء اعلیٰ اور وزیر اعظم کو قابو کرتے رہے۔ حد درجہ پسیے کماتے رہے اور اب "تبدیلی" کا حصہ بنکر عمران خان کی ٹیم کا حصہ بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خان صاحب، کیونکہ مرکزی حکومت چلانے کا عملی تجربہ نہیں رکھتے لہذا انہیں بھی اندازہ نہیں کہ پچھلے متعدد ادوار کے چند چھیتے افسران، معصوم شکل بنا کر انکے سامنے بیٹھے ہیں۔ اندر سے بھرپور طریقے سے قتفھے لگا رہے ہیں۔ بہر حال خطاب درست سمت میں تھا۔

ایک اہم ترین جو ہری نکتہ جس پر کوئی بات نہیں کرتا، جو موجودہ بیور و کریسی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ ہے کہ ایک منقی حکومتِ عملی سے قبل اور اہل ترین سرکاری افسروں کو ترقی سے محروم رکھا گیا۔ کوئی مصنوعی بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہ سب کچھ لکھنا اپنے فرائض میں سمجھتا ہوں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ سابقہ مرکزی حکومت اور پنجاب میں دس سالہ حکومت کو یقین کامل تھا کہ دوبارہ صوبہ پنجاب اور مرکز میں حکومت بنالیں گے۔ سابقہ حکمرانوں کی طاقت کے سامنے ایکشن کمیشن سے لیکر ضلعی انتظامیہ تک کسی عملی حیثیت کی مالک نہیں تھی۔ پنجاب اور مرکز میں سرکاری ملازموں کو ایک خاندان کے غلام سے زیادہ کوئی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ سکرپٹ میں یقین تھا کہ اگلا وزیر اعظم، اسی خاندان سے ہو گا اور اس سے آگے اُنی اولاد حکومت کر گی۔ اسکی تیاری تقریباً چھ سال سے شروع کر دی گئی تھی۔ یہ بھی انک کھیل پنجاب سے شروع ہوا اور پھر ہر طرف پھیلا دیا گیا۔ وہ تمام افسران جنکی قابلیت مسلمہ تھی مگر جو "ایک خاندان" سے غلامی کا رشتہ نہیں رکھتے تھے، انکی فہرستیں بنائی گئیں۔ ان منقی فہرستوں میں وہ آزاد خیال اور غیر جانبدار افسر شامل تھے، جنہیں اپنے کام پر عبور تھا اور حقیقت میں مشکل سے مشکل ڈیوٹی سرانجام دے سکتے تھے۔ اس ادنی کھیل میں پنجاب کے سابقہ وزیر اعلیٰ کا ستاف مکمل طور پر شامل تھا۔ ان فہرستوں کو پنجاب کے چند چیف سیکرٹری اور ترقی دینے والے بورڈ کے صوبے میں نمائندے کے حوالے کیا گیا۔ گز شنہ پانچ برس میں اسٹبلیشمنٹ ڈویژن میں صرف ان وفادار بندوں کو لگایا گیا، جو پنجاب اور پھر سابقہ وزیر اعظم ہاؤس سے احکامات لیتے

تھے۔ سینٹرل سلیکشن بورڈ میں ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ کسی بھی طرح اس منقی حکمِ عملی سے انحراف کر سکے۔ کسی کی جرات ہی نہیں تھی کہ آل شریف سے مسلک اچھے عہدوں پر فائز بابوؤں کی حکم عدالی کر سکے۔ ترقی کے تمام معاملات انہی فہرستوں کے حساب سے طے پائے گئے۔ اسکے بالکل ساتھ ساتھ، خفیہ اداروں سے افسروں کے خلاف "سورس روپورس" بنوا کر سینٹرل سلیکشن بورڈ کے سامنے رکھی گئیں۔ اور وہاں صرف گردن ہلانے والے بابوؤں سے ناپسندیدہ افسروں پر ترقی کے دروازے بند کر دیے گئے۔ یہ تمام ظلم چیم برپار ہا۔ قیامت یہ ہے کہ عمران خان کے خطاب میں وہ افسران بھی موجود تھے جو اس کھیل میں شامل تھے۔ سب سے بڑھ کر وہی تالیاں بجارتے ہیں۔ یہ کھیل بلکہ بھیا نک ترین جرم ابھی محترم وزیر اعظم کی انتظامی ٹیم کے سامنے نہیں آیا یا انکو انداز نہیں ہے۔

شائد آپ کا خیال ہو کہ خیالی باتیں کر رہا ہوں۔ قطعاً نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ٹھوس مثالوں کے ساتھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ چند ہفتے پہلے اس معاملے پر محترم چیف جسٹس کے علم میں لانے کیلئے دو کالم لکھے تھے۔ سرسری طور پر ان تمام بے قاعدگیوں کا ذکر بھی کیا تھا۔ شائد ثاقب نثار صاحب، حد رجہ مصروفیت کی بدولت ان کالموں کو پڑھنے پائے ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کٹاس راج مندر میں پانی کا معاملہ، ملک کی ریڑھ کی ہڈی یعنی بیورو کریسی کے مسائل سے زیادہ ہوں۔ ان کالموں کے بعد درجنوں افسروں کے ای میلدا اور فون آئے۔ ہر ایک کی ترقی روکی گئی تھی۔ ہر ایک کو خراب کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی۔ ایک افسر نے بتایا کہ اسے چار سال ڈیرہ غازی خان تعینات رکھا گیا۔ دفتر اور سرکاری گاڑی بھی ابتداء میں مہیا نہیں کی گئی۔ حکم تھا کہ ہر صبح اس دفتر میں جائے جسکا وجود ہی نہیں تھا اور کسی طریقے سے بھی ڈیرہ غازی خان سے باہر نہ آئے۔ چلیے، اس افسر نے یہ زیادتی تو برداشت کر لی۔ چار سال پہلے، اسے بھی بیس سے ایکس گریڈ میں جانے سے روک دیا گیا۔ اسے سرکار سے ایک خط ملا کہ جب بلوچستان تعینات تھا، تو اس نے بے حد مالی کر پیش کی ہے۔ افسر جرام کی اس فہرست کو دیکھ کر سکتے میں آگیا۔ اسکی صرف ایک وجہ تھی، وہ اپنے پورے کیریئر میں بھی بھی بلوچستان پوسٹ نہیں ہوا تھا۔ ایک دن کیلئے بھی وہ اس صوبہ میں نہیں گیا تھا۔ عدالت میں اس ظلم کے خلاف گیا، تو پھر وہی طوالت۔ ہائیکورٹ سے لیکر سپریم کورٹ تک دھکے کھا کر اب گھر بیٹھ گیا ہے۔

ایک خاتون افسر نے فون پر بتایا کہ ان کی ترقی روکنے کے بعد، سٹیبلشمنٹ ڈویژن کے ایک بابو کا خط موصول ہوا کہ اس نے جنوبی پنجاب میں تعیناتی کے دوران، بے حد جائیداد بنائی ہے اور وہ ساری انکے شوہر کے نام ہے۔ انکے شوہر، اچھے زمین دار ہیں اور ایک شریف انسان ہیں۔ خاتون نے جب سرکار سے پوچھا کہ میں نے کون سی جائیداد اپنے شوہر کے نام کی ہے تو انہیں زمین کی ایک فہرست دی گئی کہ یہ آپکی کرپشن کے ثبوت ہیں۔ خاتون افسر نے جب یہ فہرست دیکھی تو ادنیٰ الزامات پر حیران رہ گئیں۔ الزامات میں درج تمام زمین، دوسو سال سے انکے شوہر کے خاندان کے نام تھی اور ہر وراشتی انتقال کی تاریخ موجود تھی۔ یعنی اس زمین کو انکے لیے الزام بنایا گیا جو موروثی تھی اور انکی شادی سے بھی ڈیڑھ سو سال پہلے کی تھی۔ اس خاتون نے بھی تگ و دوکی۔ مگر کوئی سننے والا نہیں تھا۔ لہذا اب وہ چپ چاپ اس جبر کو سہہ رہی ہیں۔ کیس عدالتوں میں ہے اور اگلی کئی دہائیوں تک رہیگا۔ بہر حال اس نا انصافی کا مدوا کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

بالکل اسی طرح ایک سرکاری افسروں میں پنجاب کے بے حد اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جو ہر طریقے سے صاحبِ حیثیت ہے۔ باپ دادا کے زمانے سے پیسہ کی ریل پیل دیکھ رہا ہے۔ جو کئی برسوں سے کسی بھی پوسٹنگ لینے سے کتراتا ہے۔ جب اسے نامعلوم وجوہات کی پناپ ترقی سے روکا گیا تو عمل میں اسے "ڈپریشن" ہو گئی۔ اس مرض میں مبتلا ہونے کے بعد اسے روشنی سے خوف آنے لگا۔ کمرے میں دو تین تہہ دار پردے لگوانے کے باوجود ملکی سی روشنی بھی اسکے لیے سوہان روح بن گئی۔ تمام کھڑکیوں کے شیشے بھی کالے کر دیے گئے۔ صورتحال اس درجہ بکڑگئی کہ ڈاکٹروں نے جواب دیدیا۔ لاہور کے بہترین تعلیمی اداروں اور قابلیت کے باوجود، وہ اس مافیا کے سامنے بے بس ہو گیا جو افسروں کو ترقی اور تنزلی دینے کے دنیاوی اختیار رکھتی تھی۔ اب اس مرض کو چھ سات برس گزر چکے ہیں۔ خاندانی زندگی مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ وہ سرکاری افسر سارا دن کمرے میں بیٹھا سوچتا رہتا تھا۔ خاموش رہتا تھا۔ کام سے کام رکھتا تھا۔ کبھی کبھی گئی۔ اسکا جرم یہ تھا کہ وہ "مخصوص لوگوں" کی خوشامد نہیں کر سکتا تھا۔ خاموش رہتا تھا۔ کام سے کام رکھتا تھا۔ کبھی کبھی میرے سے بات ہوتی ہے تو اسکی باتیں سنکر دل کھٹا ہے۔ ترقی نہ ہونے کی وجہ سے وہ دیوانگی کی سطح پر پہنچ چکا ہے۔ مگر آج تک اس نے کسی کو بد دعا نہیں دی۔ کسی کا نام لیکر نہیں کہا کہ اس نے ترقی رکوا کر میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔ ایک نہیں، درجنوں مثالیں ہیں جن میں افسروں کو بے بنیاد پورٹوں اور جھوٹی الزامات کے تحت ترقی سے محروم کیا گیا ہے۔

یہ صرف پی اے ایس کے افسران کی کہانی نہیں ہے۔ اکاؤنٹنگ گروپ سے لیکر کسٹم گروپ تک، اور پولیس گروپ سے لیکر انکمپنیز تک، کوئی بھی اس طرح کے مظالم سے بچ نہیں سکا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سے دو سو افسران ایسے ہیں، جنکو مختلف سطح پر انکے حق سے محروم کیا گیا ہے۔ کیا یہ وقت نہیں کہ محترم وزیر اعظم، ان نا انصافیوں کا جائزہ لینے کیلئے ایک ٹاسک فورس، ایک کمیٹی، ایک کمیشن یا کوئی بھی فورم تشکیل دیں۔ کیا یہ مناسب لمحہ نہیں کہ دس سالہ قیامت خیز سرکاری رنگ میں چھپی ہوئے ان مظالم پر انکا دھیان جائے اور وہ راست فیصلے کر پائیں۔ کیا واقعی، انکی تبدیلی کے خواب میں ان اہل ترین افسروں کی کوئی جگہ نہیں، جو ایماندار بھی ہیں اور محنتی بھی۔ جنکی کوئی لابی نہیں تھی اور جو صرف میرٹ پر کام کرنے پر یقین رکھتے تھے۔ ذاتی خیال ہے کہ محترم عمران خان، ان نا انصافیوں کا جلد یا بدیر جائزہ ضرور لینے۔ باریکی سے ان معاملات کو ضرور کھنگالیں گے۔ گذشتہ دس برس کے سرکاری جرکو ہر طریقے سے انصاف میں بدل دینگے۔ اُمید ہے، اسیلے کہ اُمید پر دنیا قائم ہے!

راوٰ منظر حیات